قرآن و حدیث کی روشنی میں
تکریمِ فاطمہ سلام اللہ علیہا

THE DIGNITY OF HAZRAT FATIMA (a.s)
(From the viewpoint of the Quran and Tradition)

Dr. Sajjad Ali Raeesi
Dr. Sh. M. Hasnain

Abstract:
No doubt the dignity and propriety of the Prophet's descendants is the duty of all Muslims. Likewise, there is no doubt that Hazrat Fatima Zahra (as) is the daughter of Holy Prophet and she is the head of the women of the all worlds (Here & Hereafter). Fatima Zahras' position is so high that you are an obvious sample of Surah "Al-Kusar". After all, your respect is as the respect to Holy prophet (PBUH) and your humiliation is equivalent to the humiliation of the Holy Prophet. This essay discusses the essence of the dignity and respect towards Hazrat Fatima (as), in the light of your Quran and Sunnah.
Keywords: *Prophet (as), Descendants, Hazrat Fatima (as), Dignity.*

خلاصہ
پیغمبر اکرمﷺ کی اولاد کی تعظیم و تکریم سب مسلمانوں پر فرض ہے اور اس میں کسی کو کوئی شک نہیں ہے۔ اسی طرح جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے رسول اکرمﷺ کی بیٹی اور عالمین کی عورتوں کی سردار ہونے میں بھی کسی کو کوئی شک نہیں ہے۔ آپ کا مقام و مرتبہ اتنا بلند ہے کہ آپ سورہ مبارکہ "الکوثر" کا واضح مصداق ہیں۔ بنابریں، آپ کی تعظیم و تکریم گویا خود رسول خداﷺ کی تعظیم و تکریم ہے اور آپ کی توہین، رسولخداﷺ کی شان میں گستاخی کے مترادف ہے۔ مقالہ ہذا میں آپ قرآن و سنت کی روشنی میں آپ کی تعظیم و تکریم کے لزوم پر بحث کی گئی ہے۔
کلیدی الفاظ: رسول اکرمﷺ ، اولاد، حضرت فاطمہ زہرا (س)، تعظیم۔

اولاد رسولﷺ کی تکریم

پیغمبر اکرمﷺ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: حقّت شفاعتي لمن أعان ذريّتي بيده ولسانه وماله. یعنی: "جس نے میری اولاد کی اپنے ہاتھ، زبان اور مال سے مدد کی اس کےلئے میری شفاعت تحقق پا چکی ۔" نیز منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: من أكرم أولادي فقد أكرمني. یعنی: "جس نے میری اولاد کی تکریم کی گویا اس نے میری تکریم کی ہے۔" ایک اور حدیث میں منقول ہے: أيما رجل صنع إلى رجل من ولدى صنيعه فلم يكافئه عليها فأنا المكافئ له عليها یعنی: " جس نے میری اولاد میں سے کسی کے ساتھ نیکی کی اور میری اولاد نے اسے کوئی بدلہ نہ دیا تو میں اسے اس کی نیکی کا بدلہ دوں گا۔ایک اور حدیث میں منقول ہے کہ فرمایا: من وصل أحدا من أهل بيتي في دار الدنيا بقيراط كافيته يوم القيامة بقنطار۔ یعنی: "جس نے میرے اہل بیت میں سے کسی کے ساتھ ایک قیراط کی بھلائی کی میں قیامت کے دن اس کے ساتھ ایک خزانہ بھلائی کروں گا۔"[1]

امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ: "قیامت کے دن منادی ندا دے گا: ائے لوگو! خاموش ہو جاو کہ محمدﷺ تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ لوگ خاموش ہو جائیں گے تو نبی اکرمﷺ کھڑے ہو کر فرمائیں گے: "لوگو! اگر کسی کا مجھ پر کوئی فرض ہو، اگر کسی کی میرے ساتھ کوئی اچھائی ہو، اگر کسی کا مجھ پر کوئی احسان ہو تو وہ کھڑا ہو جائے تاکہ میں اسے بدلہ دوں۔" لوگ جواب دیں گے کہ ہمارے ماں، باپ آپ پر فدا! بھلا ہمارا آپ پر کیا فرض، نیکی یا احسان ہو سکتا ہے؟ بلکہ تمام مخلوقات پر فرض، نیکی اور احسان تو اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول کا ہے۔اس پر آپﷺ فرمائیں گے: "ہاں! جس نے میرے اہل بیت میں سے کسی کو پناہ دی ، یا کسی کے ساتھ نیکی کی، یا کسی بے لباس کو لباس پہنایا یا کسی بھوکے کو کھانا کھلایا ہو تو وہ کھڑا ہو جائے تاکہ میں اسے بدلہ دوں۔" یہ سن کر وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے جنہوں نے ایسا کیا ہو گا۔ اتنے میں بارگاہ ربوبی سے آواز آئے گی: "ائے محمد! ائے میرے حبیب! میں نے ان لوگوں کا بدلہ آپ پر چھوڑا ہے۔ انہیں جنت میں جہاں چاہو، ٹھہرا دو۔" اس پر آپ ان لوگوں کو ایک ایسے مقام پر ٹھہرائیں گے جہاں ان کے اور محمد و اہل بیت محمد علیہم السلام کے درمیان کوئی حجاب نہ ہو گا۔" [2]

حضرت فاطمہ علیہا السلام کی تکریم

مذکورہ بالا روایات کی روشنی میں اولاد رسولﷺ کی تکریم کی اہمیت اجاگر ہو چکی ہے۔ اولاد رسول کا وہ مصداق جس کے اولاد اور اہل بیت رسولﷺ ہونے میں کسی کو کوئی شک نہیں ہے، حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔ آپ کی فضلیت میں قرآن مجید میں متعدد سورتیں اور آیات موجود ہیں۔ سورہ دہر،سورہ الاحزاب آیت 33 و 56، سورہ الشوری آیت 23، سورہ آل عمران آیت 61 کی تعبیر و تشریح میں خصوصیت کے ساتھ آپ کا تذکرہ ملتا ہے۔ آپ رسولخداﷺ کی وہ اولاد ہیں جس کی بشارت خداوند تعالی نے آپ کو سورہ مبارکہ "الکوثر" میں دی ہے۔ بنابریں، حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی تکریم، اولاد رسولﷺ کی تکریم کا سب سے اظہر و اکمل مصداق ہے۔ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی عظمت و رفعت اور آپ کی تعظیم و تکریم کے وجوب پر امت مسلمہ میں مکمل اتفاق پایا جاتا ہے۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ولادت بعثت کے پانچویں سال20 جمادی الثانی3 کو مکہ المکرمہ میں ہوئی۔ آپؑ نے بہت زیادہ عمر نہیں پائی بلکہ کم عمری میں ہی اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔ آپ کی رحلت کی تاریخ کے حوالے سے مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ تاریخ میں آپ کی کم از کم عمر آٹھارہ اور زیادہ سے زیادہ چوبیس سال لکھی گئی ہے۔ زیادہ تر مورخین نے آپؑ کی عمر مبارک چوبیس سال لکھی ہے۔ 4 دراصل، فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اپنے بابا کی رحلت کے بعد ہمیشہ اتنے غم و اندوہ میں رہیں۔ جیسے کہ شیخ طوسی لکھتے ہیں: "رسول اکرمﷺ کی رحلت کے بعد پیش آنے والے ناخوشگوار واقعات میں جسمانی اور روحانی دونوں اعتبار سے مجروح ہونے اور کچھ مدت تک بیمار رہنے کے بعد آخر کار حضرت فاطمہ زہرا سن 11 ہجری میں اس دنیا سے رخصت ہوگئیں۔"[5]

آپ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی دختر نیک اختر اور کائنات کی عظیم تر خاتون ہیں۔ آپ کائنات کی وہ عظیم خاتون ہیں جنہیں پیغمبر اکرمﷺ نے کائنات کی سیدہ قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک روایت الفاظ کے اختلاف کے ساتھ اکثر بنیادی کتب احادیث میں نقل ہوئی ہے۔ جیسے کہ صاحب بحار الانوار نے حدیث کو یوں نقل کیا ہے۔ "أنّ رسول الله قال: فاطمة سيدة نساء العالمين من الأولين والآخرين، وإنّها لتقوم في محرابها فيسلم عليها سبعون ألف ملك من المقربين، وينادونها بما نادت به الملائكة مريم فيقولون: يا فاطمة إنّ الله اصطفاك وطهرك واصطفاك على نساء العالمين"[6] یعنی: "رسول اللہ نے فرمایا: "فاطمہ اولین و آخرین کی عورتوں کی سردار ہیں اور بے شک جب آپ محراب میں کھڑی ہوتی ہیں تو ستر ہزار مقرب ملائیکہ آپ پر سلام بھیجتے اور آپ کو ویسی ندا دیتے ہیں جیسی مریم کو دی۔ لہٰذا ملائیکہ کہتے ہیں: "ائے فاطمہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کا انتخاب کیا ہے اور آپ کو پاکیزگی عطا کی ہے اور آپ کو تمام جہانوں کی عورتوں پر برتری دی ہے۔" صحیح بخاری میں یہ حدیث یوں نقل ہوئی ہے:"اما ترضين ان تكوني سيدة نساء اهل الجنة او نساء المؤمنين فضحكت لذلك"[7] یعنی: "آیا آپ اس پر راضی نہیں کہ اہل جنت کی عورتوں یا مومنین کی عورتوں کی سردار ہیں! تو آپ اس پر ہنسیں۔" یہی وجہ ہے کہ آپ کی سیرت نہ صرف خواتین کے لئے بلکہ پوری انسانیت کے لئے نمونہ عمل ہے۔

اسی طرح پیغمبر اکرمﷺ نے بھی اپنے متعدد فرامین میں آپ کی عظمت و رفعت کو بیان کرتے ہوئے آپ سے محبت کو خدا سے محبت اور آپ سے نفرت کو خدا سے نفرت قرار دیا ہے۔"ان اللہ یغضب لغضبک و یرضی لرضاک"بےشک خدا آپ کے غضبناک ہونے سے غصے میں آتا ہے اور آپ کی خوشنودی سےخوش ہوتا ہے۔"[8] الفاظ کے اختلاف کے ساتھ اس سے ملتی جلتی ایک اور روایت کو اکثر محدثین نے لکھا ہے: "فاطمہ بُضْعَةٌ مِّنِّیْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِیْ وَفِیْ رِوَایَةٍ یُرِیْبُنِیْ مَا اَرَابَهَا وَیُوْذِیْنِیْ مَا اٰذَاهَا "[9] یعنی: "حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا) میرا ٹکڑا ہے جس نے اِنہیں ناراض کیا اُس نے مجھے ناراض کیا اور ایک روایت میں ہے جو چیز اِنہیں پریشان کرے مجھے پریشان کرتی ہے اور جو اِنہیں تکلیف دے وہ مجھے ستاتا ہے۔ بنابریں، آپﷺکی احادیث سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی خوشی اور غم درحقیقت رسول اکرمﷺ کی خوشی اور غم ہے۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی تعظیم و تکریم اس حد تک لازم ہے کہ مستند روایات کی روشنی میں اگر کوئی آپ کی شان میں لفظاً، اشارتاً یا کنایتاً بھی توہین کرے تو وہ شخص نہ صرف گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے بلکہ یہ اس کے لئے کفر کا باعث بھی ہے۔ حضرت صائم چشتی "مواہب اللدنیہ میں" رقم طراز ہیں کہ: سيدة النساء العالمین سیدہ فاطمہ زہرا سلام علیہا کو حضور سرور عالمﷺ نے بضعۃ (اپنا ٹکڑا) فرمایا۔ کہ جس سے ایک مراد گوشت کا ٹکڑا ہے اور اِسی سے امام سہیلی نے استدلال کیا ہے کہ چونکہ سیدہ فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا امام الانبیاءﷺ کے گوشت کا ٹکڑا ہیں اس لئے آپ کی شان میں گستاخی کرنا کفر صریح ہے۔"[10]

یہاں اس سوال کا جواب دینا بھی ضروری ہے جو بعض مورخین اور علما ء نے پیش کیا ہے کہ جب آپ رحمت اللعالمینﷺ کی بضعہ، ٹکڑا اور لخت جگر ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپؑ کسی پر غضبناک ہوں یا کسی کو بددعا دیں۔ کیونکہ آپ اس عظیم باپ کی بیٹی ہیں جن کو قبیلہ دوس نے جسمانی تشدد کرکے اتنا زخمی کیا کہ خون سے نعلین مبارک بھر گئے لیکن آپ دعا دیتے نظر آئے:اَللّٰهُمَّ اهدِ دَوسا۔یعنی: "اے اللہ قبیلہ دوس کی ہدایت فرما"۔[11] لہذا یہ کیسے ممکن ہے کہ آپﷺ کی دختر نیک فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کسی کو بد دعا دیں؟ اس سوال کے جواب میں یہ یاد رہے کہ عفوو و درگزر سے پیش آنا آپﷺ کی ایک اہم صفت ضرور ہے لیکن اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر عام و خاص کو آپ ﷺکی توہین کی اجازت دے دی جائے۔ نیز اس سوال کا جواب تلاش کرنے سے پہلے بددعا کا مفہوم بیان کرنا ضروری ہے۔یہ تاثر غلط ہے کہ بد دعا الفاظ میں دی جائے تو تب اس کا اثر ہوتا ہے۔ بد دعا دی نہیں جاتی بلکہ بددعا ایک حسی ملکہ ہے جو کسی بھی انسان کے دل دکھانے پر اثر دکھاتا ہے۔ اگر اولاد،والدین کے ساتھ احسان سے پیش نہ آئے اور والدین کے حوالے

سے اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہ کرے اور والدین بھی علی الاعلان اپنی ناراضگی کا اظہار نہ کریں پھر بھی والدین کے ساتھ یہ برتاؤ بد دعا کا سبب بن جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی بد بخت بیٹا ماں کو قتل کرنے کی غرض سے کنویں میں پھینک دے اور پھر اس خیال سے کہ ماں مرگئی ہے، اس کنویں میں جھانک کر دیکھنے کی کوشش کرے اور کنویں سے ماں شدت محبت میں آواز دے کہ میرے بیٹے پیچھے ہٹو کہیں کنویں میں گر نہ جانا تو کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ماں کی ایسے بیٹے کے حق میں دعا کا مطلب یہ ہے کہ بیٹا اب بھی لائق اور ماں کا عاق نہیں ہوا؟ یقینا ماں کی اس محبت کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے بیٹے کا یہ سلوک اس کی دنیا و آخرت کی بربادی کا باعث نہ ہو۔ لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ لوگ جو ان مقدس ہستیوں کو اذیت دیں اور ان کی توہین کریں جن کی اطاعت و فرمانبرداری امت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کی گئی ہو اور اس کے بعد بھی ان لوگوں کی مغفرت ہوجائے؟ ایسے لوگوں کو اگر یہ ہستیاں بدعا نہ بھی دیں تب بھی ان کو دنیا و آخرت میں رسوا ہونا پڑے گا۔

سیرت نبوی ﷺ کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ حضرت محمدﷺ اور ان کے اہل بیتؑ کی توہین کرنے والے نہ صرف آخرت بلکہ دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہیں اور اسلامی ریاست قائم ہو تو ایسے لوگوں کو عملی طور پر سزائیں بھی دی جاسکتی ہیں۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ چونکہ حضرت محمد ﷺرحمت للعالمین ہیں اس لئے کوئی جیسے چاہیے توہین کرے اس کو سزا نہیں دی جاسکتی ہے، انتہائی غلط اور بھیانک ہے۔ حضرت محمدﷺجب تک مکے میں رہے کسی کوعملی طور پر جرم کی سزا نہیں دی کیونکہ وہاں پر مشرکین مکہ کی حکومت تھی جس کی وجہ سے آپ کے احکامات کی تنفیذ ممکن نہیں تھی لیکن مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد ایسے بہت سارے لوگوں کو سزائیں دی گئیں جو حضرت محمدﷺ اور ان کے اہل بیتؑ کی توہین کے مرتکب ہوئےتھے۔ البتہ یہ سزائیں سب کو نہیں بلکہ مخصوص لوگوں کو دی گئیں۔زیادہ تر معاندین اسلام کو معاف کیا گیا ہے۔ یقیناً رسول اکرمﷺ ان عام لوگوں کو معاف کیا کرتے تھے جو مفسدین کی مکاارانہ سازشوں کے شکار ہوکر دین اسلام کے مخالف ہوتے تھے لیکن کلیدی کردار ادا کرنے والوں کو مطلقاً معاف نہیں کرتے تھے۔ اس کا بین ثبوت فتح مکہ کے موقعه پر ملتا ہے جب آپ نے عمومی معافی کا اعلان کیا وہیں پر کچھ مخصوص لوگوں کو سزائیں بھی دیں۔

صاحب الرحیق المختوم نے فتح مکہ کے واقعے کو یوں بیان کیا ہے: "قریش مسجد حرام میں صفیں لگائے کھچا کھچ بھرے تھے۔ انہیں انتظار تھا کہ آپﷺ کیا کرتے ہیں۔ ۔۔اس کے بعد آپﷺ فرمایا: قریش کے لوگو! تمہارا کیا خیال ہے۔ میں تمہارے ساتھ کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟ انہوں نے کہا:آپﷺ کریم ہیں اور کریم بھائی کے صاحبزادے ہیں۔ آپﷺ نے فرمایا۔ تو میں تم سے وہی بات کہہ رہا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی کہ لاَ تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (12: 92) آج تم پر کوئی سرزنش نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔"[12] لیکن فتح مکہ کے موقعه پر جہاں ایک طرف عمومی معافی کا اعلان ہوا تو وہیں پر"فتح مکہ کے روز رسول اللہﷺ نے اکابر مجرمین میں سے نو آدمیوں کا خون رائیگاں قرار دیتے ہوئے حکم دیا کہ اگر وہ کعبے کے پردے کے نیچے بھی پائے جائیں تو انہیں قتل کردیا جائے۔"[13] آپﷺ کے اس حکم کے پر عمل کرتے ہوئے ان میں سے کچھ کو قتل بھی کیا گیا جن میں دو خواتین بھی شامل تھیں که جنہیں سزائے موت دی گئی۔ مورخین کے نزدیک قتل ہونے والی خواتین رسول اکرمﷺ اور مسلمانوں کے خلاف ہجوانہ (توہین آمیز) کلام بکا کرتی تھی۔ لہٰذا سیرت مصطفیﷺکی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ وہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں لیکن جن افراد نے حضرت محمدﷺ اور ان کے اہل بیتؑ کی توہین کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا انہیں آپ نے اپنی زندگی میں بھی معاف نہیں کیا بلکہ انہیں سزائیں دی ہیں۔

یہ حکم قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ عداوت رکھنے والے لوگوں میں کچھ ایسے ہوتے ہیں جو اسلام اور اہل اسلام کے خلاف لوگوں کو ابھارتے ہیں اور مقدسات کی توہین میں دوسروں کے مقابلے میں

پیش پیش ہوتے ہیں وہ کسی صورت میں کسی چیز کا پاس رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو ائمۃ الکفر یعنی کفر کے امام سے تعبیر کیا ہے اور آئمۃ الکفر کےقتل کا حکم دیا ہے " فَقَاتِلُواْ أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لاَ أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ۔"(9: 12) البتہ ہر خاص و عام کو انفرادی یا اجتماعی طور پر یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ائمۃ الکفر کا تعین کرکے انہیں سزائیں دیں۔ شرعی اعتبار سے یہ حق صرف اور صرف حکومت وقت (بعض کے نزدیک صرف اسلامی حکومت) کو حاصل ہے کہ وہ ائمۃ الکفر کا تعین کرے اور انہیں سزائیں دینے پر عمل درآمد کریں۔یہاں تک کہ حکومت وقت کو بھی ائمۃ الکفر کو سزائیں دینے میں شرعی حدود و قیود کا لحاظ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

بنابریں، یہ دعویٰ ایک سراسر فکری انحراف ہے کہ رسول اکرمﷺ رحمت اللعالمین ہیں اس لئے وہ ہر خاص و عام کو معاف فرماتے تھے جو ان کی اور ان کے اہل بیت کی توہین کرتے تھے یا توہین کا سبب بنتے تھے۔ مکی زندگی میں رسول اکرمﷺ کی توہین کا سبب بننے والے افراد جنہیں قرآنی اصطلاح میں ’’ ائمۃ الکفر ‘‘ کہا گیا ہے وہ مخصوص اور متعین افراد تھے ،باقی لوگ ان کی مفسدانہ تبلیغ کے زیر اثر تھے۔ مشہور مورخ و سیرت نگار صفی الرحمٰن مبارکپوری نے اپنی کتاب الرحیق المختوم میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ قریش (ائمہ الکفر میں سے چھ) کے چند افراد خانہ کعبہ کے چبوترے میں بیٹے ہوئے تھے کہ رسول اکرمﷺ نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد الحرام کی طرف تشریف لائے اور جیسے آپ ﷺ سجدہ میں چلے گئے ابوجہل کے کہنے پر عقبہ بن ابی معیط نے آپﷺ کی پیٹھ مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی۔ اس سلسلے میں مشہور روایت حضرت عبداللہ بن مسعود سے موجود ہے۔ صحیح بخاری ومسلم میں بھی یہ روایت آئی ہے۔ "عَنْ عَبْدِ اللَّهِ۔ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ ﷺ۔ يُصَلِّى فِى ظِلِّ الْكَعْبَةِ ، فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَنَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ ، وَنُحِرَتْ جَزُورٌ بِنَاحِيَةِ مَكَّةَ ، فَأَرْسَلُوا فَجَاءُوا مِنْ سَلاَهَا، وَطَرَحُوهُ عَلَيْهِ ، فَجَاءَتْ فاطمہ فَأَلْقَتْهُ عَنْهُ ، فَقَالَ۔ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ، اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ، اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ۔ لأَبِى جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ ، وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ ، وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ ، وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ ، وَأُبَىِّ بْنِ خَلَفٍ ، وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِى مُعَيْطٍ ۔ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُمْ فِى قَلِيبِ بَدْرٍ قَتْلَى ۔ قَالَ أَبُو اِسْحَاقَ وَنَسِيتُ السَّابِعَ ۔وَقَالَ يُوسُفُ بْنُ اِسْحَاقَ عَنْ أَبِى اِسْحَاقَ أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ۔ وَقَالَ شُعْبَةُ أُمَيَّةُ أَوْ أُبَىٌّ ۔ وَالصَّحِيحُ أُمَيَّةُ۔[14] اس روایت کے مطابق ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کی سازش سے عقبہ بن ابی معیط نے آپﷺ پر حالت سجدہ میں اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی تھی۔حضرت فاطمہ زہرا کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ نے آکر اوجھڑی کو اپنے بابا کی پیٹھ سے ہٹا دی اور ان بدبختوں کی طرف متوجہ ہوکر بد دعا کی یہاں تک کہ رسول اللہﷺ نے بھی (اپنی بیٹی کے ساتھ مل کر) تین بار ان پر لعنت کی، (چبوترے میں بیٹھے لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) اے اللہ تو قریش کو پکڑ لے۔پھر آپﷺ نے نام لے کر بد دعا کی اے اللہ ابو جہل کو پکڑ لے اور عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیّہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کو پکڑ لے۔

ابن مسعود روایت کرتے ہیں۔"قال عبد اللہ : فوالذی أنزل الکتاب ، لقد رأیتہم جمیعا یوم بدر فی قلیب واحد۔ یعنی: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے دیکھا کہ جن لوگوں کے نام رسول اللہﷺ نے گن گن کرلیے تھے۔ سب کے سب بدر کے کنویں میں مقتول پڑے ہوئے تھے۔"[15] اکثر مورخین اور محققین حیرت زدہ ہیں کہ جنگ احد میں مسلمانوں کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی جنگی تیاری بھی تھی، جنگ لڑنے کا تجربہ بھی تھا اور ارادہ بھی لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا جبکہ جنگ بدر اسلام کی پہلی جنگ ہے جو ہجرت کے دوسرے سال لڑی گئی ہے۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کی تعداد بھی بہت کم،جنگ لڑنے کی کوئی تیاری بھی نہیں، جنگی سازو سامان بھی نہیں، جنگ لڑنے کا ارادہ بھی نہیں، جنگ لڑنے کا تجربہ بھی نہیں نیز مقابلے میں ایک تجربہ کار جنگجووں کی ایک کثیر تعداد اور پوری تیاری کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور۔

اس تمام صورت حال کو مدّنظر رکھا جائے تو یقین نہیں آتا ہے کہ اس گھمبیر صورت حال کے باوجود مسلمانوں کو کامیابی و نصرت نصیب ہوگئی ہو۔ معجزہ الٰہی سے ایک رات کے اندر اندر جنگ بدر کی

ہیئت بدل گئی ۔ مسلمانوں کے ظاہری اسباب میں بھی معجزہ الٰہی سے قدرے بہتری آئی۔ قرآن مجید میں جنگ بدر کے اس الٰہی معجزہ کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ مسلمانوں کو الٰہی تائید و نصرت سے کامیابی نصیب ہوئی۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتاہے کہ الٰہی نصرت اور تائید کے اسباب اور وجوہات کیا تھے۔ اگر رسول اکرم ﷺ کی مکی زندگی کے اس واقعے پر غور کریں تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ نبی کریمﷺ نے اپنی دختر نیک کے ہمراہ جن چھ لوگوں کو بد دعا دی تھی وہ چھ کے چھ لوگ جنگ بدر میں اپنے لشکر کی قیادت (ائمۃ الکفر) کررہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جس انداز میں اپنے نبی ﷺ کا دفاع کیا ہے یہ جنگ بھی اسی کا ایک عملی نمونہ ہے۔ مورخین نے لکھا ہے ان چھ میں سے پانچ افراد (ائمہ الکفر) جنگ بدر میں واصل جہنم ہوئے ایک شخص عقبہ بن ابی معیط زندہ گرفتار ہوا۔ جنگ بدر سے واپسی پر راستے میں اسے بحکم رسول مقبولﷺ اپنے انجام کو پہنچایا گیا۔ رسول اکرمﷺ عام طور پر قیدیوں کے قتل کا حکم صادر نہیں فرماتے۔ جنگ بدر میں ستر سے زیادہ مسلمانوں کے ہاتھوں کفار قیدی بنے تھے ان میں سے صرف دو قیدی نضر بن حارث اور عقبہ ابن ابی معیط کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ یہ دونوں افراد انہی میں سے تھے کہ جب عقبہ بن ابی معیط نے رسول اکرمﷺ پر حالت سجدے میں اوجھڑی ڈالی تو یہ شخص چبوترے میں بیٹھ کر خوشی کا اظہار کررہا تھا۔نیز عقبہ بن ابی معیط کو اکسانے میں بھی ان کا ہاتھ تھا۔

ابن کثیر نے اپنی کتاب البدایۃ والنہایۃ میں اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے۔ "إِذَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّفْرَاءِ (2) قُتِلَ النَّضْرُ بْنُ الْحَارِثِ، قَتَلَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ كَمَا أَخْبَرَنِي بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مَنْ أَهْلِ مَكَّةَ، ثُمَّ خَرَجَ حتَّى إِذَا كَانَ بِعِرْقِ الظُّبْيَةِ (3) قَتَلَ عُقْبَةَ بْنَ أَبِي مُعَيْطٍ.قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: فَقَالَ عُقْبَةُ حِينَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِهِ: فَمَنْ لِلصِّبْيَةِ يَا مُحَمَّدُ؟ قَالَ " النَّارُ " وَكَانَ الَّذِي قَتَلَهُ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتِ بْنِ أَبِي الْأَقْلَحِ أَخُو بَنِي۔ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَمَا حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ.وَكَذَا قَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ فِي مَغَازِيهِ وَزَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسلَّم لَمْ يَقْتُلْ مِنَ الْأُسَارَى أَسِيرًا غَيْرَهُ.قَالَ وَلَمَّا أَقْبَلَ إِلَيْهِ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ.قَالَ: يَا مَعْشَرَ قريش علام أقتل من بين من ههنا؟ قَالَ عَلَى عَدَاوَتِكَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ.وَقَالَ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: لَمَّا أَمَرَ النَّبيّ صلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ عُقْبَةَ قَالَ: أَتَقْتُلُنِي يَا مُحَمَّدُ مِنْ بَيْنِ قُرَيْشٍ؟.قَالَ: " نَعَمْ! أَتَدْرُونَ مَا صَنَعَ هَذَا بِي؟ جَاءَ وَأَنَا سَاجِدٌ خَلْفَ الْمَقَامِ فَوَضَعَ رَجْلَهُ عَلَى عُنُقِي وَغَمَزَهَا فَمَا رَفَعَهَا حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّ عَيْنَيَّ سَتَنْدُرَانِ، وجاء مرة أخرى بسلاً شَاةٍ فَأَلْقَاهُ عَلَى رَأْسِي وَأَنَا سَاجِدٌ فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ فَغَسَلَتْهُ عَنْ رَأْسِي"[16]

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ رسول اکرمﷺ نے تمام قیدیوں کو نہیں صرف ان دو کے قتل کا حکم کیوں صادر فرمایا۔ اس کی بنیادی اور اہم وجہ یہی نظر آتی ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو گھر سے نکلنے اور سر بازار آنے پر مجبور کیا۔ جس کی وجہ سے جناب فاطمہسلام اللہ علیہا ان پر سخت غضبناک ہوئیں ۔ چبوترے میں بیٹھے چھ میں سے پانچ ائمہ کفر کی لاشوں کو جنگ بدر کے روز ایک گندے کنوے میں پھینکنے کا حکم دیاگیا نیز دو قیدی بنے تھے جن کو راستے میں سزائے موت دی گئی جس کا تذکرہ ہو چکا۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول عربیﷺ کو فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے اس قدر محبت ہے کہ جن لوگوں نے شہزادی کے بابا کو اذیت پہنچائی اور ان کی توہین سے دوچار ہو کر جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہاکو گھر سے باہر نکلنے اور عوام الناس کے مجمع میں آنے پر مجبور کیا اور جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی ناراضگی کے موجب بنے تو رب ذوالجلال نے فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا پورا پورا بدلہ لیتے ہوان بدبختوں کو جنگ بدر میں ذلت آمیز شکست سے دور چار کیا ۔

یاد رہے کہ کفار قریش حضرت ابو طالب کی وفات کے بعد حضرت محمدﷺ کی توہین میں سینے چوڑے ہوگئے تھے۔ جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا اپنے بابا جان کو دی جانے والی اذیت و توہین سے نہ صرف پریشان رہتی تھی بلکہ آنسو بہاتی رہتی تھی۔ایک موقعہ پر حضرت محمدﷺ اپنی بیٹی سے کہتے

ہیں۔ لا تبکی یا بنیۃ فان اللہ مانع ابیک۔[17] یعنی: " میری بچی! رو مت! اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔"

نتیجہ تحقیق: یہ کہ مستند روایات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا بنت رسول اکرمﷺ کا احترام بنی نوع انسان پر واجب ہے۔ عالم انسانیت کی سعادت دارین حضرت فاطمہسلام اللہ علیہا کی تعظیم و تکریم میں پوشیدہ ہے۔ حضرت فاطمہ زہرا کی شان میں توہین کرنا درحقیقت، اللہ اور اس کے رسول کی شان میں توہین ہے اور ایسا کرنے والے دنیا و آخرت میں ملعون اور سزا کے مستحق ہیں۔ کیونکہ فاطمہ سلام اللہ علیہاکو اذیت دینا دراصل رسول مقبولﷺ کو اذیت دینا ہے:''فاطمہ بَضْعَۃٌ مِنِّی،فمن ابغضہا فقد ابغضنی۔[18] فاطمہؑ میرا جزء لاینفک ہے جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے اس کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔ یہ حدیث الفاظ کے اختلاف کے ساتھ بشمول صحاح ستہ تمام کتب احادیث میں نقل ہوئی ہے۔ جس کے مطابق فاطمہسلام اللہ علیہا کی رضا اور ناراضگی درحقیقت رسول اکرمﷺ کی رضا اور ناراضگی ہے۔

*****

حوالہ جات

1۔حسین، الطباطبائی البروجردي؛ *جامع احادیث الشیعة*؛ جلد : 16 (قم، منشورات مدینة العلم1410ھ ق-1368 ش)192۔
2 ۔ ایضا: 4-193۔
3۔ الشیخ مفید ،محمدبن‌محمد، *مسار الشریعہ فی مختصر تواریخ الشریعۃ*، تحقیق مہدی نجف(بیروت، دارالمفید، 1414ھ) 54۔
4۔ جلال الدین،عبد الرحمن بن أبي بکر، *السیوطي، تاریخ الخلفاء*، ج1 (بیروت، مکتبة نزار مصطفی الباز،الطبعة الأولی، 1425ه) 61۔
5۔ محمد بن حسن،طوسی ،*مصباح المتہجد*(بیروت، مؤسسہ فقہ‌الشیعہ، 1411ھ) 793۔
6۔ محمد باقر ،المجلسي، *بحار الأنوار* ، ج43 (بیروت –لبنان ،دار إحیاء التراث العربي،ندارد) 49۔
7۔ ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، *البخاری*، الجامع الصحیح المختصر، کتاب المناقب، (بیروت،دار ابن کثیر الیمامہ،الطبعہ الثالثۃ، 1407) حدیث نمبر 3624۔
8۔ ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ، *البغصدادي*، ج5، (الریاض، دار الوطن، الطبعة الثانیة، 1420 ه) 212۔
9۔ ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، *البخاری*، الجامع الصحیح المختصر، کتاب المناقب، (بیروت،دار ابن کثیر الیمامہ،الطبعہ الثالثۃ، 1407) حدیث نمبر 3767۔
10 صائم، چشتی، *البتول* (فیصل آباد، چشتی کتب خانہ، فروری 2013) 309۔
11۔ ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، ،*لبخاری*، ج10(بیروت،دار ابن کثیر الیمامہ،الطبعہ الثالثۃ، 1407) حدیث :2720۔
12۔ صفی الرحمٰن،مبارک پوری، *الرحیق المختوم* (لاہور، المکتبۃ السلفیۃ، مئی 2000ء) 551۔
13۔ مبارک پوری، *الرحیق المختوم* ، 561
14۔ ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل،ا *لبخاری*، ج10(بیروت،دار ابن کثیر الیمامہ،الطبعہ الثالثۃ، 1407) 424، حدیث: 2943۔
15۔ ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، *البخاری*،کتاب الوضوء باب اذا لقی علی المصلی بیروت،دار ابن کثیر الیمامہ،الطبعہ الثالثۃ، 1407) ندارد۔
16۔ أبو الفداء إسماعیل بن عمر، *ابن کثیر*، البدایة والنهایة، ج3 (بیروت، دار إحیاء التراث العربي،الطبعة: الأولی 1408ه) 372۔
17۔ محمد حسین ہیکل، *حیات محمدؐ*، مترجم حیدر علی (کراچی، مولجی طہٰ عالمگیر روڑ، شرف آباد، ندارد) 220۔
18۔ احمد بن شعیب الخراساني، *النسائي*، حققه أحادیثه: حسن عبد المنعم شلبي، ج7 (بیروت،مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولی، 1421 ه) 394، حدیث: 8313۔

کتابیات

1) البخاری،ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل،الجامع الصحیح المختصر،بیروت،دار ابن کثیر الیمامہ،الطبعہ الثالثۃ، 1407۔

2) ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، البداية والنهاية، بيروت، دار إحياء التراث العربي،الطبعة: الأولى 1408ه۔
3) البغصدادي،ابو بكر محمد بن الحسين بن عبد الله،الرياض، دار الوطن، الطبعة الثانية، 1420 ه ۔
4) السيوطي،عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين،تاريخ الخلفاء،بيروت، مكتبة نزار مصطفى الباز،الطبعة الأولى: 1425ه۔
5) المجلسي،محمد باقر ، بحار الأنوار،بيروت، دار إحياء التراث العربي،ندارد۔
6) النسائي، أحمد بن شعيب الخراساني، حققه أحاديثه: حسن عبد المنعم شلبي،بيروت:مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى، 1421 ه۔
7) البكري، محمد علي بن محمد، دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين،بيروت: دار المعرفة للطباعة والنشر والتوزيع، الطبعة: الرابعة، 1425 ه 2004 م۔
8) صائم چشتی، البتول ، فیصل آباد: چشتی کتب خانہ، فروری 2013۔
9) طوسی، محمد بن حسن، مصباح المتہجد، بیروت، مؤسسہ فقہ‌الشیعہ، 1411ھ
10) مفید، محمدبن‌محمد، مسارالشریعہ فی مختصر تواریخ الشریعۃ، تحقیق مہدی نجف، بیروت، دارالمفید، 1414ھ
11) مبارک پوری، صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم ،لاہور: المکتبۃ السلفیۃ، مئی 2000ء۔
12) محمد حسین ہیکل، حیات محمد، مترجم حیدر علی ، کراچی: مولجی طٰہٰ عالمگیر روڑ، شرف آباد، ندارد۔